ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا" یامعشرَ المهاجرينَ! خمسٌ إذا ابتُلِيتم بهنَّ وأعوذُ باللهِ أن تدركوهنّ :لم تظهر الفاحشةُ في قومٍ حتى يعلنوا بها إلا فشا فيهم الطاعونُ ......"[سنن ابن ماجه ح:٤٠١٩، الصحيحة ح:١٠٦]

اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح فرمائے اور ہدایت دے کر دنیا وآخرت دونوں میں سرخرو کر دے۔ آمین

فائدہ نمبر۱۰: زیرِ تفسیر دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلاۃ و السلام کے زمانے میں موجود بنی اسرائیل کے سامنے ان کے آباء واجداد کے کرتوت پیش کر کے انہیں تنبیہ کی ہے کہ اگر تم بھی اپنے آباء واجداد کی روش اختیار کرتے ہوئے آخری نبی حضرت محمد علیہ الصلاۃ و السلام جو انتہائی روشن دلائل لے کر اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت بن کر تشریف لائے ہیں، ان کی تکذیب کریں اور نبی علیہ الصلاۃ و السلام کی سچی نشانیاں چھپا دیں اور تبدیل وتحریف کر دیں اور عناد سے کام لیں تو تمہیں بھی ذلت اور رسوائی کی یہی حالت درپیش ہوگی، جس میں تمہارے پیشوا مبتلا ہوئے تھے۔ ﴿فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ [الطبری]

فائدہ نمبر۱۱: (فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا) میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بیت المقدس کی سرزمین انتہائی زرخیز اور غلہ جات ومیوہ جات سے بھرپور، بابرکت زمین ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾[الاسراء:١، تفسیر القرطبی]

❁❁❁❁

"روحانی صحت" کا نسخہ

[انتخاب: ابوحبیب ژھوق]

اجزاء: (۱) سچائی کی کلیاں۔(۲) دیانتداری کے پھول۔(۳) عاجزی کے انگور۔(۴) محبت کی چاشنی۔ (۵) اتفاق کی طاقت۔(۶) سادگی کا حسن۔(۷) اخلاص کی مٹھاس۔

ترکیب: اِن اشیاء کو پاک صاف ہنڈیا میں ڈالیں اور ریاضت کے چولہے پر رکھیں۔ محبت الٰہی کی تیز آنچ دیں اور اخلاص کا ڈھکنا دے کر کافی دیر تک پکنے دیں اور اللہ کے ذکر سے لحہ بھر بھی غافل نہ ہوں۔ جب پک کر تیار ہوجائے تو شریعت کے نفیس مرتبان میں ڈالیں۔

استعمال: صبح وشام رحم دلی کی گلقند ملا کر انصاف کے چمچ سے کھائیں۔

پرہیز: لالچ، حرص، ہوس، غصہ اور کینہ آور چیزوں سے مکمل اجتناب کریں۔

نوٹ: دوا کو اپنے مخفی اعمال کی فریزر میں رکھیں؛ تاکہ شیطان کی دسترس سے محفوظ رہے۔

درسِ حدیث

لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ

عبدالوہاب خان

عن أبي موسى الأشعري ﷺ قال قال رسول اللهِ ﷺ: "لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ"

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہوتا۔"

تخریج: اس حدیث کو متعدد صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت **جامع الترمذی** كتاب النكاح باب ماجاء لا نكاح الا بولی، ح:۱۱۰۱، **سنن أبي داؤد** ح: ۲۰۸۵، **سنن الدارمي** ۱۳۷/۲، **مسند الإمام أحمد** ح:۱۹۵۱۸، ۱۹۷۱۰، ۱۹۷٤٦ وغیرہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث **سنن ابن ماجه** ح: ۱۸۸۰، **سنن البيهقي** ۱۰۹/۷، **مسند أحمد** ح: ۲۲٦۰، ۲۲٦۱ وغیرہ میں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی حدیث معجم طبرانی میں، حضرت عمران بن حصینؓ کی حدیث مسند احمد، دارقطنی، بیہقی وغیرہ میں، حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث سنن الدارقطنی میں اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث صحیح ابن حبان میں ہے۔ ان کے علاوہ مزید اصحابِ کرامؓ سے بھی یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

اختلاف اور ترجیحِ صحت: امام ترمذیؒ نے حدیث ابوموسیٰؓ کے متعدد طرق بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ اسرائیلؒ، شریک بن عبداللہؒ، ابوعوانہؒ، زہیر بن معاویہؒ اور قیس بن الربیعؒ نے اپنی روایتوں میں اسے **عن أبي إسحاق عن أبي بردة عن أبي موسىٰ عن النبي ﷺ موصولاً ومرفوعاً** بیان کیا ہے۔ پھر اسرائیلؒ تو ابواسحاقؒ کی روایات میں "ثقة ثبت" ہے۔

ان کے مقابلے میں شعبہ بن الحجاجؒ اور سفیان بن سعید ثوریؒ نے **عن أبي إسحاق عن أبي بردة عن النبي ﷺ مرسلاً** روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ اس حدیث میں ارسال پر وصل کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں: میرے نزدیک مذکورہ بالا ثقہ راویوں کی روایت زیادہ صحیح ہے؛ کیونکہ ان کا سماع ابواسحاقؒ سے مختلف اوقات میں ہوا ہے۔ جبکہ شعبہؒ اور ثوریؒ کا

سماع ابواسحاقؒ سے ایک ہی مجلس میں ہوا ہے۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ امام شعبہؒ نے کہا: میں نے سفیان ثوریؒ کو سنا وہ ابواسحاقؒ سے پوچھ رہے تھے: کیا آپ نے ابو بردہؒ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا''؟ تو اس نے جواب دیا: ''ہاں'' اس سے معلوم ہوا کہ شعبہؒ اور سفیانؒ کا ابواسحاقؒ سے سماع ایک ہی مجلس میں ہوا ہے۔

ابن عدیؒ نے روایت کی ہے کہ امام بخاریؒ نے کہا: ابواسحاقؒ کی روایات میں اسرائیلؒ تو شعبہؒ اور سفیانؒ سے بڑھ کر ثقہ ہے۔امام حاکمؒ نے روایت کی ہے کہ امام ابن المدینیؒ، امام ذہلیؒ اور امام بخاریؒ نے اسرائیلؒ کی حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔امام حاکمؒ کی تصحیح پر امام ذہبیؒ نے بھی موافقت کی ہے۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی فیض الباری میں اس حدیث کو حجت تسلیم کیا ہے۔محدث العصر شیخ البانیؒ نے اس حدیث کی روایات، متابعات اور شواہد پر مفصل تحقیق کے بعد خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے: ''یہ حدیث بلاشک وشبہ صحیح ہے۔'' [إرواء الغليل ٦/٢٤٣]

شاهد حديث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أيّما امرأةٍ نكحتْ نفسَها بغيرِ إذنِ وَلِيِّهَا فنِكاحُها باطِلٌ، فنكاحُها باطلٌ، فنكاحُها باطلٌ. فإنْ دخلَ بها فلهَا المهرُ بما استحلَّ مِن فرجِها . وإن اشتجَرُوا فالسلطانُ وليُّ مَن لا وليَّ لها'' [أبوداؤد ح:٢٠٨٣، الترمذي ح:١١٠٢، سنن ابن ماجه ح:١٨٧٩، أحمد وصححه الألبانيؒ في الإرواء ٢/٢٤٣] ''جو خاتون بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرے' تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔اگر (کوئی جاہل اس غیر شرعی نکاح کے ذریعے) اس عورت پر داخل ہوا' تو اس کی شرمگاہ کو حلال سمجھنے کی بنا پر اس کو مہر ملے گا۔اور اگر وہ (یعنی عورت کے اولیاء) اختلاف کریں، تو حکمران اس کا ولی بنتا ہے' جس کا کوئی ولی نہ ہو۔''

اقوالِ علماء: امام ترمذیؒ نے بیان کیا: اس حدیث کے مطابق ولی کے بغیر نکاح منعقد نہ ہونا حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت علی بن ابی طالب ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، حضرت ابو ہریرہ ؓ، سید التابعین سعید بن المسیبؒ، حسن البصریؒ، قاضی شریحؒ، ابراہیم بن یزید نخعیؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، سفیان ثوریؒ، عبدالرحمٰن الاوزاعیؒ، عبداللہ بن المبارکؒ، امام مالک بن انسؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ کا فتویٰ ہے۔[باب ١٤ لا نكاح إلا بولي ٣/٤١٠-٤١١]

فقہ السنۃ میں حضرت عائشہؓ، ابن شبرمہؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، ابوثورؒ، امام بخاریؒ اور ابن حزمؒ کا نام بھی لیا گیا ہے

امام ابن مندہؒ نے لکھا ہے: إنه لا يعرف عن أحد من الصحابة خلاف ذلک.

امام ابن المنذرؒ نے بھی اس مسئلے پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ذکر کیا ہے۔

ابوالحسن الماوردیؒ نے الحاوی الکبیر ۹/۸۸ میں صحابہؓ کے علاوہ تابعین کا بھی اجماع کہا ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے لکھا ہے: **لو نكحت في غير كفء بغير إذن الولي بطل نكاحها في رواية الحسن بن زياد عن أبي حنيفةؒ......ومذهب أبي حنيفةؒ أن رضى المولية مقدم عند تعارض الرضائين مع كونها مأمورة بتحصيل رضى الولي. وكذلک المولى مأمور بتحصيل رضاها، فلم يستبد به واحدٌ منهما، فإنه أمرٌ خطيرٌ لا بدَّ فيه من اجتماعِ الرضائينِ.**

''حسن بن زیادؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر ایسے شخص سے شادی کرے جو اس کے ہم پلہ نہ ہو تو اس کا نکاح باطل ہے۔ علامہ کشمیریؒ کہتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ عورت اور اس کے ولی کی رضامندی میں تعارض ہونے کی صورت میں عورت کی رضامندی مقدم ہے، ساتھ ہی اسے حکم ہے کہ اپنے ولی کی رضامندی بھی حاصل کرے، اسی طرح ولی کو بھی حکم ہے کہ عورت کی رضامندی بھی حاصل کرلے، پس ان دونوں میں سے کوئی بھی نکاح کے معاملے میں خودمختار نہیں ہے، یقیناً یہ معاملہ بڑا خطرناک ہے، اس لیے اس میں دونوں کی رضامندی کا جمع ہونا نہایت ضروری ہے۔'' [فيض الباري ٤/٢٨٣]

دوسرا قول: تمام اصحاب کرامؓ اور جمہور تابعینؒ، تابع تابعینؒ اور جمہور فقہائے اسلام کے مقابلے میں امام ابوحنیفہؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بالغہ عورت کو نکاح کے لیے اپنے ولی کی اجازت لینا ضروری نہیں۔ حتیٰ کہ اسی مذہب کی وجہ سے ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان کے سرکاری نکاح فارم میں ''ولی'' بیچارے کا نام ونشان تک نہیں۔ حالانکہ احناف کے تمام غیرت مند لوگوں کے نزدیک ولی کی اجازت کے ''سنت'' ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہوگا!!

فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف نے ''مفرور لڑکیوں کا نکاح اور ہماری عدالتیں'' میں متعدد اخباری حوالے دیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نوجوان لڑکی گھر سے یونیفارم پہن کر، والدین کو بائے بائے کہتی ہوئی بیگ اٹھا کر سکول جاتی ہے، پھر بیچارے والدین اس کی واپسی کا انتظار کرتے کرتے اکتا جاتے، پھر تھک جاتے، پھر ذلیل وخوار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی پیاری بیٹی ''دلہن'' بن کر اپنے ''دولہا'' کے ساتھ نامعلوم مقام پر رنگ رلیاں منا رہی ہوتی ہے۔ بیچارے باپ کو پتہ چلتا ہے، تو اس خفیہ نکاح کے خلاف عدالت سے رجوع کرتا ہے۔ عدالت ''فقہ حنفی'' کی ''تاریکی'' میں عائلی

قوانین کے تحت مفرور لڑکی کے حق میں فیصلہ صادر کرتی اور پولیس کو شہریوں کے گھریلو معاملات میں مداخلت سے باز رہنے کا حکم جاری کرتی ہے۔﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ ......﴾[المائدة]

دلائل قول ثانی: "حقوقِ ولی" کو پامال کرنے والے زیر درس احادیث کے متعدد جواب دیتے ہیں:

(۱) یہ احادیث ضعیف ہیں۔

جواب: ۱: حوالہ جات گزر چکے ہیں کہ ان احادیث کو عظیم ائمہ حدیث نے "صحیح" قرار دیا ہے۔

۲: حدیث "لا نكاح إلا بولي" پر زیادہ سے زیادہ جرح یہ ہے کہ یہ امام شعبہؒ وسفیانؒ کی روایت میں "مرسل" ہے۔ اور علوم حدیث میں بالکل واضح مسئلہ ہے کہ حدیث مرسل کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے؛ جبکہ امام ابو حنیفہؒ سمیت بہت سے فقہاء کرامؒ حدیث مرسل کو حجت شرعی مانتے ہیں۔ پھر دیگر بہت سارے دلائل سے بھی عورت کے نکاح کے لیے ولی کی اہمیت ثابت ہے؛ بشرطیکہ چشم بصیرت سے تقلید مار کہ تعصب کی پٹی اتار کر دیکھی جائے۔

(۲) یہ احادیث "نابالغ اور مجنون" کے ساتھ مخصوص ہیں۔

جواب ۱: حدیث کا لفظ عام ہے۔ پھر نکاحَ پر لائے نفی جنس آیا ہے؛ اس سے عموم کو مزید تقویت ملتی ہے۔

۲: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ایک بہن کا ایک شخص سے نکاح کرایا، پھر اُس نے اسے طلاق دی۔ پھر اس کی عدت پوری ہونے کے بعد وہ منگنی کرنے آیا تو میں نے کہا: میں نے تیری شادی کرائی، تیرے لیے بستر کا انتظام کیا، تیری عزت افزائی کی، پھر تو نے اسے طلاق دی۔ اب تو اسے پھر نکاح کا پیغام لایا ہے؛ اللہ کی قسم! وہ تیری طرف کبھی نہیں لوٹے گی۔ (معقل کہتے ہیں:) وہ آدمی اچھا تھا، اور عورت خود بھی اس کی طرف رجوع چاہتی تھی۔ اس پر اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة ۲۳۲] "اور جب تم عورتوں کو طلاق دیں، پھر وہ اپنی عدت مکمل کرلیں تو تم انہیں اپنے (سابقہ) خاوندوں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ آپس میں بھلائی کے ساتھ راضی ہوں۔" (معقل رضی اللہ عنہ کہتا ہے:) اس پر میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! اب تو میں ایسا ہی کرلوں گا۔" پھر اس نے اس کا نکاح کرادیا۔" [صحيح البخاري، كتاب النكاح باب ٣٦ لا نكاح إلا بولي ح: ٥١٣٠]

دیکھیے! اس آیت اور اس کے سبب نزول سے بالکل واضح ہوا کہ ولی کی ضرورت نابالغہ بچی، یتیمہ اور باکرہ کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ معقل رضی اللہ عنہ کی بہن جمیلہؓ بنت یسار اپنے محبوب خاوند ابوالبداح بن عاصم الانصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ کافی

عرصہ رہ چکی تھی۔ پھر طلاق پا کر عدت بھی گزار چکی تھی۔ اس کے باوجود ابوالبداح ﷺ نے نکاح کا پیغام مطلقہ کے بھائی معقل ﷺ کو پہنچایا۔[فتح البارى ۹۳/۹] اس کے انکار پر اللہ رب العزت نے عورت کے ولی کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ اس معاملے کو انا کا مسئلہ نہ بنائے؛ بلکہ اپنی بہن سے مشورہ کر کے اس کے ساتھ نکاح کرادے۔

(۳) حدیثِ عائشہؓ میں "فلها المهرُ بما استحل من فرجها" سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح ''باطل'' نہیں ہوتا، صرف ''فاسد'' ہوتا ہے۔ (یعنی: ولی بیچارہ اپنی متأخر اجازت کے ذریعے اسے درست کر سکتا ہے!)

جواب ۱: یہ نص شرعی کے مقابلے میں تأویل ہے۔

غور کا مقام ہے کہ جس ''نکاح'' کو صاحبِ ﴿وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ۝ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰى ۝﴾ تین بار تأکید کے ساتھ ''باطل'' فرمائے؛ کون سا متقی عالم دین اس کے بطلان سے انکار کی جرأت کر سکتا ہے؟!

۲: ''نکاحِ فاسد'' کی اصطلاح ہی ایجادِ بندہ ہے۔ یہ چیز شریعت اسلامیہ میں ثابت نہیں۔

۳: اس حدیث میں عورت پر اس کی جہالت یا دھوکے میں پڑ کر اٹھائے گئے ''بڑے نقصان'' کے لیے ''چھوٹا سا ازالہ'' مقرر کیا گیا ہے۔ اس طرح کی مالی ادائیگی سے عقد کی صحت لازم نہیں آتی، جس طرح "بیع مصراۃ" میں دودھ کی کمی ثابت ہونے پر سودا باطل کرنے کی صورت میں ''ایک صاع طعام'' بھی بائع کو ادا کرنے کا حکم ہے۔ اگرچہ اہل تقلید اس حدیث میں بھی ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

(۴) اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہؓ نے خود ایک بھتیجی کا نکاح کرایا تھا۔ راوی کا عمل اس کی روایت پر مقدم ہے۔ کیونکہ اس کو اپنی روایت کا ناسخ معلوم ہو گیا ہوگا؛ اسی لیے اس نے مخالفت کی۔

جواب ۱: یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ انہوں نے ''ولی کے بغیر'' نکاح کرایا تھا۔ البتہ موطا میں ہے کہ عورت کا باپ عبدالرحمٰن ﷺ غائب تھا۔ باپ کے شام میں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے ولی بھی نہیں تھے۔ اور بعض روایات میں ہے: **فأمضاه ابن القاسمؒ** یعنی قاسم بن محمد کے بیٹے نے اس کا نکاح کرایا۔ [منح الجليل شرح مختصر الخليل]

۲: راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہونے کی صورت میں بھی ''روایت'' ہی کو ترجیح دینا صحیح تر قول ہے۔ اس اصول کو ترجیح دینے کے اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) یہ قوی احتمال ہے کہ راوی کا عمل متقدم ہو اور اس کی روایت متأخر۔ یعنی راوی نے پہلے لاعلمی میں کوئی کام کر لیا، پھر اس کو اپنے عمل کے خلاف حدیث کا علم ہو گیا، تو حدیث بیان کر دی۔ یقیناً علماء ہر وقت علم کی تلاش میں رہتے ہیں۔

(۲) ہمیں اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے؛ کسی دوسرے امتی کی اطاعت کا نہیں۔ لہٰذا اگر راوی کو اپنی پہلے بیان کردہ حدیث کا ناسخ معلوم ہو جائے' تو اس پر ناسخ حدیث کا بیان فرض ہے...... صرف ذاتی عمل سے خود بیان کردہ حدیث کی مخالفت کافی نہیں۔

(۳) انسان ہونے کے ناتے راوی اپنی روایت بھول بھی سکتا ہے۔ اور کسی کی بھول چوک ہمارے لیے حجت نہیں۔

(۴) مذکورہ نکاح باپ کی غیر موجودگی میں ہوا۔ روایت میں متبادل ولی کا ذکر نہیں ہے، تو عدمِ ذکر سے عدمِ وجود لازم نہیں آتا، خاص کر جب یہ اقدام کرنے والی خود اتنی واضح ترین حدیث کی راوی ہے۔

(۵) صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک بھتیجے کی شادی کرائی تو تمام معاملات پردہ میں رہ کر طے کیں۔ پھر نکاح کے لیے ایک مرد کو حکم دیا' جس نے نکاح کرایا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "لیس إلی النساءِ نکاحٌ" [فتح الباری ۹/۹۲] "نکاح کرانا عورتوں کے اختیار میں نہیں ہے۔" اس روایت سے اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ولی کی اجازت کے بغیر عملاً کوئی نکاح کرایا ہے' نہ علماً وہ اس کے جواز کی قائل تھی۔

(۶) امام ابن جریجؒ کا بیان ہے: "**کانتْ عائشةُ إذا أرادتْ نکاحَ امرأةٍ مِن نسائِها دعتْ رهطًا مِن أهلِها فتشهّدتْ حتیٰ إذا لم یبقَ إلا النکاحُ قالتْ: "یا فلانُ! أنکِحْ فإنَّ النساءَ لا یُنکِحْنَ"**" حضرت عائشہؓ جب اپنے خاندان کی کسی خاتون کا نکاح کرانا چاہتی' تو خاتون کے گھرانے والوں کو بلاتی، پھر خطبہ نکاح پڑھ لیتی۔ حتیٰ کہ تمام معاملات طے ہو کر صرف نکاح (ایجاب وقبول) کا مرحلہ رہ جاتا تو کہتی تھی: "اے فلان! آپ نکاح کرا دیں، بیشک خواتین کسی کا نکاح نہیں کرا سکتیں۔" [مصنف عبدالرزاق، النکاح بغیر ولي ح:۱۰۴۹۹]

(۷) حضرت عائشہؓ کا بیان ہے "زمانہ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے رائج تھے: پہلا طریقہ وہی ہے جو آج بھی رائج ہے کہ آدمی کسی ولی کی طرف اس کی زیرولایت عورت یا بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجتا، پھر (اس کی قبولیت پر) اس کو مہر دیتا اور نکاح کر لیتا......۔ (پھر باقی تین طریقے بیان کیے) حدیث کے آخر میں کہا:- "جب حضرت محمد ﷺ حق کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے' تو آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے ہر طریقہ نکاح کو ختم کر دیا، سوائے اس کے جس پر لوگ آج تک قائم ہیں۔" [صحیح البخاری کتاب النکاح باب من قال لا نکاح إلا بولي ح:۵۱۲۷]

امام بخاریؒ نے اس مسئلے میں تین آیات سے استدلال کیا ہے: (۱) اوپر سبب نزول کے ساتھ گزر چکا ہے۔

(۲) ﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ [البقرة ۲۲۱] "اور مشرکوں کو (اپنی زیرولایت خواتین)

نکاح کر کے نہ دؤ یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔''

(۴) ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾[النور ۳۲] ''اورتم میں سے جو بے شوہر خواتین ہیں' ان کا اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں، ان سب کا نکاح کرادو۔''

ان دونوں آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے عورت کے نکاح کو اس کے ولی کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اور آخری آیت میں آقا کو ترغیب دی ہے کہ اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح بھی کرادیں۔ لہٰذا نصوصِ قرآنی کے تحت ولی کے بغیر آزاد عورت کے عقدِ نکاح کا' اور مالک کی اجازت کے بغیر غلام لونڈی کے نکاح کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ہاں ایک آیت میں نکاح کا فاعل عورت آئی ہے: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾[البقرۃ ۲۳۰] ''اگر وہ بیوی کو (تیسری) طلاق دے' تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہیں، جب تک وہ اس کے سوا کسی اور خاوند سے شادی نہ رچالے۔'' اس آیت میں فعلِ نکاح کو عورت سے منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہ رفاعہ ؓ کی مطلقہ تمیمہ بنت وھبؓ سے رسول اللہ ﷺ کے صریح فرمان کے مطابق ''جماع'' کے معنی میں ہے: '' لا، حتیٰ تذوقي عُسَيْلَتَهٗ ويَذوقَ عسيلَتَكِ'' [البخاری ح:۵۷۳۴،۴۶۹۰، مسلم ح:۱۴۳۳]

(۵) عورت کے نکاح میں بیچارے ولی کو غیر ضروری قرار دینے والوں میں سے بعض نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

''الثيبُ أحقُّ بنفسِهَا مِن وَلِيِّهَا والبكرُ تُستأمَرُ و إذنُها سُكوتُهَا'' [صحیح مسلم ح:۳۵۴۲، ۳۵۴۳] ''شوہر دیدہ عورت اپنی ذات (کے نکاح) سے متعلق اپنے ولی سے بڑھ کر حقدار ہے۔ اور باکرہ لڑکی سے اجازت لی جائے، اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔''

استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثیبہ عورت کو اپنے ولی کے ساتھ نکاح کے اختیار میں شریک کیا، پھر عورت کو ولی سے زیادہ اختیار دیا۔ جب ولی کا عقدِ نکاح کرنا صحیح ہے' تو (زیادہ اختیار کی وجہ سے) عورت کا اپنا عقدِ نکاح بھی درست ہونا ضروری ہے۔

جواب: اس حدیث شریف کا مطلبِ نبوی یہ ہے کہ ''ولی'' عقدِ نکاح کرنے کا ذمہ دار ہے، لیکن اس کو زیرِ ولایت ثیبہ عورت کا نکاح اس سے مشورہ کے بغیر کرنے کا اختیار نہیں۔ اسی طرح اگر ولی اور اس عورت کے درمیان شوہر کے انتخاب میں اختلاف ہو' تو ولی کو چاہیے کہ کوئی معقول وجہ ہونے کی صورت میں عورت کو سمجھا کر قائل کرائے؛ بصورت دیگر

اس پر لازم ہے کہ عورت کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم رکھ کر نکاح کرا دے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اکا دکا واقعات ایسے بھی پیش آئے ہیں، جن میں عورت نے اپنے باپ کے نکاح پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا، تو اس کو اللہ کے رسول ﷺ نے نکاح مسترد کرنے کا اختیار عطا فرمایا۔

(۱) حضرت خنساءؓ بنت خذامؓ انصاریہ سے روایت ہے کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کرایا جبکہ وہ ثیبہ تھی۔ تو اس نے اس نکاح کو ناپسند کیا۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ "**فـردّ رسـول اللّٰـهِ ﷺ نـكـاحـهـا**" آپ ﷺ نے اس کا نکاح مسترد کر دیا۔" [صحیح البخاری النکاح باب ٤٢ إذا زوج الرجل ابنته وهي كارهة فنكاحه مردود ح:٥١٣٨، كتاب الإكراه باب ٢ لا يجوز نكاح المكره ح:٦٩٤٥، كتاب الحيل باب ١١ ح:٦٩٦٩]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: "بیشک میرا باپ' اگرچہ بہت اچھا ہے۔ پرانہوں نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے، تاکہ اس کی کمتری کو بلندی سے بدلے۔" عائشہؓ نے کہا: "اس پر آپ ﷺ نے معاملے کو اس کے سپرد کر دیا۔" پھر اس نے عرض کیا: "بیشک میں نے وہی اختیار کر لیا جو میرے باپ نے کیا؛ لیکن میں نے ارادہ کیا تھا کہ خواتین کو معلوم ہو جائے کہ اس معاملے میں والدصاحبان کا خاص اختیار نہیں ہے۔" دوسری روایت میں ہے: "لیکن میں جاننا چاہتی تھی کہ کیا خواتین کو اس معاملے میں اختیار حاصل ہے یا نہیں۔" [النسائی ح:٣٢٦٩، ابن ماجه ح:١٨٧٤ وضعفه الألباني]

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "**أن جارية بكرًا أتت النبي ﷺ فذكرت أن أباها زوَّجها وهي كارهةٌ، فخيَّرَهَا النبيُّ ﷺ**" [أبو داؤد ح:٢٠٩٦، ابن ماجه ح:١٨٧٥ وصححه الألبانيؒ] "ایک باکرہ خاتون نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کرایا ہے؛ جبکہ وہ اسے ناپسند کرتی ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس کو اختیار دیا۔"

امام ابن القیمؒ کہتے ہیں: اس کے راوی صحیح کے حجت یافتہ ہیں۔ اور یہ صریح ممانعت ہے، پس اس کو مستحب قرار دینا بہت بعید ہے۔ [تهذيب سنن أبي داؤد وحل مشكلاته]

محمد بن احمد ابن عبدالہادی حنبلیؒ (ت ۷۴۴ھ) کہتے ہیں: یہ صحیح ہے؛ لیکن ایک روایت میں یہ زیادہ بھی ہے: "انكحي مَن شئتِ" یعنی "جس سے چاہے نکاح کر!" اسے ابوسلمہؓ نے مرسلاً روایت کیا ہے، جو کہ حجت شرعی نہیں۔ [تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق] نیز یہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ زیردرس صحیح احادیث کے خلاف بھی ہے؛

لہٰذا "منکر" ہونے کی وجہ سے قابل التفات ہی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "اللہ کے رسول ﷺ نے ایک باکرہ اور ایک ثیبہ عورت کا نکاح رد فرما دیا، ان دونوں کا نکاح ان کے والد صاحبان نے ان کی مرضی کے خلاف کیا تھا" [السنن الكبرىٰ للبيهقي ١١٧/٧، المعجم الصغير للطبراني ح:١٠٩٨، سنن الدارقطني ح:٥٣ وصححه الأرنؤط فی مسند أحمد ٣٦٤/١ ط:مؤسسة قرطبة]

اسلام میں لڑکی کو تاکیدی حکم ہے کہ والدین کے حقوق کا خیال رکھے، شادی جیسے اہم ترین فیصلے میں ان کو نظر انداز کرنے سے بڑھ کر "عقوقِ والدین" کا کیا تصور ہو سکتا ہے؟! جبکہ عقوقِ والدین گناہ کبیرہ ہے۔ یقیناً والدین اس کے لیے بہتر مستقبل کا ہی سوچتے ہیں۔ انہوں نے ہر طرح دیکھ بھال کر ہی اپنی پیاری بیٹی کو دوسرے خاندان میں بھیجنے کا فیصلہ کرنا ہے، اس لیے وہ ان حقائق کو مدنظر رکھ کر ان کی تجویز کو قبول کر لے۔ دوسری طرف دینِ فطرت نے والد صاحبان کو سختی سے منع کیا ہے کہ شادی جیسے اہم مرحلۂ حیات میں وہ اپنی بیٹی کی رضامندی کو نظر انداز کرے۔ لہٰذا باپ' بیٹی کی پسند کے خلاف اس کے مستقبل کا فیصلہ محض اپنی ہٹ دھرمی سے ہرگز نہ کرے۔ اگر کوئی کم ظرف ولی ایسا کرنا چاہے، تو دوسرے درجے کے ولی کو چاہیے کہ قریب تر ولی کے جبر کو ثابت کر کے خود آگے بڑھے اور بہتر انداز میں اس کی شادی کا مسئلہ حل کرے۔ اگر وہ اس فریضے کی ادائیگی سے قاصر ہو' تو عورت کی درخواست پر شرعی عدالت ان کی ولایت کو کالعدم قرار دے کر از خود یہ اہم ذمہ داری پوری کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: "فإن اشتجروا فالسلطان ولي من لا ولي له" "اگر وہ جھگڑا کریں تو سلطان ہی اس عورت کا ولی ہے' جس کا کوئی ولی نہ ہو۔" اس سے مراد ایسا "جھگڑا" ہے، جس کے ذریعے ولی اس کے نکاح میں ہی رکاوٹ ڈالیں۔ مثلاً باپ اپنی بیٹی کی شادی اس لیے کرانا ہی نہ چاہے کہ اس سے خدمت لیتا رہے، یا شادی کرنے کی صورت میں اس کی جائیداد میں سے حصہ لینے کی نوبت آئے گی، یا لڑکی کی معقول تنخواہ ہے، شادی کرانے کی صورت میں اس سے محروم ہو جائے گا۔ یا اپنے ذاتی فائدے کی خاطر اس کی شادی نامناسب جگہ کرنے پر اصرار کرے۔ ایسی صورتوں میں شرعی قاضی عورت کے ولی کو "عاضل" ثابت کر کے دوسرے درجے کے ولی کو اس کے نکاح کا اختیار سونپ دے گا۔ یا قاضی خود ہی اس کا ولی بن کر اس کا نکاح مناسب جگہ کرا دے گا۔

الغرض نصوصِ قرآنی، صحیح احادیث شریفہ اور اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق دینِ فطرت اسلام کسی بھی خاتون کو ہرگز اختیار نہیں دیتا کہ "ولی" کی مرضی کے خلاف خود ہی اپنے پسند کردہ آدمی سے شادی کر لے۔